


بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اُوست

تفسیر سُورَۃُ النُّور

حصہ ششم

خطبہ جمعۃ المبارک

بفیضانِ نظر

عالمی مُبلغِ اسلام
ترجمانِ حقیقت

پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

امیر اعلیٰ ادارۃ المصطفٰے انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ، اَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ فِی الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ!

(41): اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَ تَسْبِیْحَہٗ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ . ’’کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب اور پرندے (اپنے) پَر پھیلائے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں سب کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح معلوم ہے اور اللہ ان کے کاموں کو خوب جاننے والا ہے‘‘۔ (سورة النور:41)

تفسیر:

گزشتہ آیات میں ہدایت سے دور ہونے والے انسانوں کا ذکر کیا گیا کہ وہ بدقسمت انسان ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا نور تحت و فوق، پستی و بلندی ہر جگہ ضوفشانی کر رہا ہے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس کا انکار کرے اور اس کی بارگاہ صمدیت کے علاوہ کسی اور جگہ جبین عبادت جھکائے اور جو لوگ اس نور کی تجلیوں سے روشنی حاصل نہیں کرتے ان کی مثال ایسی ہے جس کا ذکر اوپر (یعنی اس سے پہلی آیات میں) گزرا۔ مزید یہ کہ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور قدرت پر دلائل بیان فرمائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم ﷺ کو خطاب فرماتے ہیں کہ تمہیں تو اللہ تعالیٰ کے نور کے جلوے ہر جگہ نظر آرہے ہیں۔ کائنات ارضی و سماوی میں کون سی ایسی چیز ہے جو اس کے دربار میں قالاً یا حالاً۔ طوعاً یا کرہاً سر نیاز نہ جھکا رہی ہو یا اس کی تسبیح و تہلیل میں زمزمہ سنج (خوش آوازی سے گنگنانے والا) نہ ہو۔ فضائے بسیط (وسیع و عریض فضا) میں محو پرواز پرندوں کی طرف دیکھو، وہ کس کی عظمت کا اعتراف کر رہے ہیں۔ گویا ان آیات میں ان خوش بخت جانوروں پرندوں کا ذکر فرمایا جارہا ہے جن کو اللہ نے ہدایت کی روشنی عطا فرمائی۔ فرمایا جارہا ہے کہ بے ہدایت انسان اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود ان جانوروں سے بدتر ہیں۔

درس قرآن:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی: **کیا تم نے نہ دیکھا کہ جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب اور پرندے (اپنے) پَر پھیلائے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں سب کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح معلوم ہے**، اس کے بعد فرمایا: **وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ** . یہاں سے اللہ تعالیٰ نے تا قیامت غافلین کو جھڑک و عبرت فرمائی کہ اے غافل، فاسقو! چرند و پرند کی صلوۃ و تسبیح سے عبرت پکڑو۔ غفلت و گناہ چھوڑو اپنی کمال اشرفیت علی الخلق کو پہچانو اور جانوروں سے بدتر نہ بنو۔

اشکال اور جواب:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پتھر تو جمادات کے قبیل سے ہیں جو کسی بات کو سمجھتے نہیں ہیں وہ کیسے ڈریں گے، کیسے اللہ کی تسبیح بیان کریں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ ان میں فہم اور ادراک پیدا کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے الہام کرنے سے وہ ڈریں گے اور تسبیح بیان کریں گے اور اہل السنت والجماعت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عقلاء کے علاوہ جمادات اور تمام حیوانات کو بھی علم عطا فرمایا ہے جس علم پر ان کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہے، لہٰذا جمادات نباتات اور حیوانات (اپنے حال کے موافق) نماز بھی پڑھتے ہیں، تسبیح بھی پڑھتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے بھی ہیں۔ جیسے اس آیت میں اللہ عزو جل نے فرمایا ہے: وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ. "اور کچھ (پتھر) وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں"۔ (البقرہ:74)

جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ ﷜ سے روایت ہے، کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ. "میں مکہ میں اس پتھر کو اچھی طرح پہچانتا ہوں جو اعلانِ نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، بلاشبہ میں اس پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں"۔ (صحیح مسلم:2277)

آیئے آپ کو محبت کی ایک عجیب بات بیان کرتے ہیں: صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہ ﷜ سے روایت ہے کہ ایک انصاری عورت نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنالاؤں جس پر آپ بیٹھ جایا کریں؟ اس لیے کہ میرا غلام بڑھئی کے پیشے سے وابستہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم چاہو تو بنوا سکتی ہو"۔ چنانچہ اس عورت نے آپ کے لیے منبر بنوالیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو نبی ﷺ اس منبر پر تشریف فرما ہوئے جو آپ کے لیے تیار کیا گیا تھا اور کھجور کا وہ تنا جس کے پاس آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے آہیں بھر کر چیخنے لگا۔ اور جس طرح اونٹنی روتی ہے اس طرح رویا حتیٰ کہ اہلِ مسجد نے اس کی آواز سنی قریب تھا کہ وہ درد کی وجہ سے پھٹ جائے۔ رسول اللہ ﷺ منبر سے اُترے اور اس ستون کو گلے لگایا پھر وہ پر سکون ہو گیا۔ وہ تنا ایسے بچے کی طرح سسکیاں لے کر رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے تا آنکہ وہ خاموش پڑ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ. "کھجور کا تنا اس لیے رویا کہ وہ اللہ کا ذکر سنا کرتا تھا"۔

(صحیح بخاری:2095)

ان احادیث میں پتھروں، درختوں کے بولنے، کلام کرنے اور رسول اللہ ﷺ پر سلام عرض کرنے کا ثبوت ہے اور جب یہ بول سکتے ہیں اور سلام عرض کر سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بھی پڑھ سکتے ہیں بلکہ احادیث صحیحہ میں صراحتہً طعام اور کنکریوں کے تسبیح پڑھنے کا بیان ہے۔

اسی طرح حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سات یا نو کنکریاں لیں وہ آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی، پھر آپ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں، پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں، حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہوگئی، پھر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی، پھر حضرت عمر نے ان کنکریوں کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں، پھر آپ نے ان کنکریوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو وہ ان کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں، حتیٰ کہ میں نے شہد کی مکھی کی طرح ان کے بھنبھنانے کی آواز سنی، انہوں نے پھر ان کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ (مسند الجزار رقم الحدیث:3413، 2416، المعجم الاوسط رقم الحدیث:1265)

ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جمادات بھی اللہ کی تسبیح کرتے ہیں بلکہ حضرت حسن بصری یہ کہتے تھے کہ جب درخت سرسبز ہوتا ہے تو وہ تسبیح کرتا ہے اور جب وہ کاٹ دیا جاتا ہے اور سوکھ کر لکڑی ہو جاتا ہے تو اس کی تسبیح مقتطع ہو جاتی ہے۔ (تبیان القرآن، ج08، ص159)

(42): وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ. ”اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے“۔ (سورۃ النور:42)

تفسیر:

ارشاد فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کسی اور کے لئے نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کیونکہ وہی ان کا خالق ہے اور وہی ان میں ہر طرح کا تصرّف فرمانے کی قدرت رکھتا ہے اور مخلوق کو فنا ہونے کے بعد جب دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو سب نے صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی لوٹنا ہے لہٰذا ہر عقلمند انسان کو چاہیئے کہ صرف ایسے قوت والے مالک کی ہی عبادت کرے اور زبان و دل سے اسی کی پاکی بیان کرے۔ (روح البیان، النور، تحت الآیۃ:42)

(43): اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ. ”کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے پھر انہیں تہہ در تہہ کر دیتا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے پھر جس پر

چاہتا ہے اس پر انہیں ڈال دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے انہیں پھیر دیتا ہے قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھیں لے جائے۔(سورۃ النور:43)

تفسیر:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِیْ سَحَابًا . اپنی قدرت کاملہ کا ایک اور ثبوت پیش فرما رہے ہیں۔اس آیت میں حضورِ اقدس ﷺ کے ساتھ ساتھ ہر عقلمند سے بھی خطاب ہے کیونکہ جو ان چیزوں میں غور و فکر کرے گا تو وہ جان لے گا اور جاننے والے کا علم و یقین مزید بڑھ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ قدرت والا، حکمت والا ہے۔

اس آیت کا خلاصہ یہ ہے: کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جس سر زمین اور جن شہروں کی طرف چاہے نرمی کے ساتھ بادل کو چلاتا ہے، پھر انہیں آپس میں ملا دیتا ہے اور ان کے جدا جدا ٹکڑوں کو یک جا کر دیتا ہے، پھر انہیں تہ در تہ کر دیتا ہے، تو تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان میں سے بارش نکلتی ہے اور اللہ تعالیٰ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے اس پر ڈال دیتا ہے اور جس کے جان و مال کو چاہتا ہے ان سے ہلاک و تباہ کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے اولوں کو پھیر دیتا ہے اور اُس کے جان و مال کو محفوظ رکھتا ہے، قریب ہے کہ اس بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کے نور کو لے جائے اور روشنی کی تیزی سے آنکھوں کو بے کار کر دے۔آگ ٹھنڈک اور پانی کی ضد ہے اور آگ کا ٹھنڈک سے ظاہر ہونا ایک شے کا اپنی ضد سے ظاہر ہونا ہے اور یہ کسی قادر و حکیم کی قدرت کے بغیر ممکن نہیں۔(صراط الجنان بحوالہ تفسیر کبیر، صاوی، النور آیت:43، ملتقطاً)

وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا:اور وہ آسمان میں موجود برف کے پہاڑوں سے اولے اُتارتا ہے۔امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اس آیت کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں:

- آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسی طرح پیدا فرمایا ہے، پھر وہ ان پہاڑوں میں سے جتنے اولے چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔یہ اکثر مفسرین کا قول ہے۔
- آسمان سے مراد حقیقی آسمان نہیں بلکہ وہ بادل ہے جو لوگوں کے سروں پر بلند ہے، اسے بلندی کی وجہ سے آسمان فرمایا گیا کیونکہ ”سمائ“ اس چیز کو کہتے ہیں جو تجھ سے بلند ہے اور تیرے اوپر ہے۔اللہ تعالیٰ اس بادل سے اولے نازل فرماتا ہے، جبکہ پہاڑوں سے بڑے بڑے بادل مراد ہیں کیونکہ وہ بڑا ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کے مشابہ ہیں، جیسے مال کی وسعت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ فلاں آدمی مال کے پہاڑوں کا مالک ہے (اسی طرح یہاں بادلوں کو بڑا ہونے کی وجہ سے پہاڑوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے) اور یہ مفسرین کہتے ہیں کہ اولے جما ہوا پانی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے بادلوں میں پیدا فرمایا ہے، پھر وہ انہیں زمین کی طرف نازل فرماتا

ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ پہلا قول زیادہ مناسب ہے کیونکہ آسمان ایک مخصوص جسم کا نام ہے اور اسے بادل کا نام قرار دینا مجازی طور پر ہے اور جس طرح یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بادلوں میں پانی رکھے، پھر اسے اولوں کی صورت میں نازل فرمائے تو بلاشبہ یہ بھی صحیح ہے کہ آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہوں اور جب دونوں کاموں کا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہونا صحیح ہے تو اس آیت کے ظاہری معنی کو ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔(صراط الجنان بحوالہ،تفسیرکبیر،النور،تحت الآیۃ:43)

(44): يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ. ''اللہ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے، بیشک اس میں آنکھ والوں کیلئے سمجھنے کا مقام ہے''۔(النور:44)

تفسیر:

یعنی اللہ تعالیٰ رات اور دن کو تبدیل فرماتا ہے اس طرح کہ رات کے بعد دن لاتا اور دن کے بعد رات لاتا ہے۔ بیشک بادلوں کو چلانے، ان سے بارش نکلنے، آسمانوں سے اولے برسانے، بادلوں سے بجلی ظاہر کرنے اور دن رات کو تبدیل کرنے میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور وحدانیت پر واضح دلائل موجود ہیں۔(مدارک،النور،تحت الآیۃ:44)

امام شافعی کا مختصر مُناظرہ:

کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے ایک بار امام شافعی کے پاس سترہ ملحد آئے، انہوں نے امام شافعی سے سوال کیا: بتائیے! خُدا کے وُجُود کی کیا دلیل ہے؟(شاید امام شافعی اس وقت شہتوت کے درخت کے قریب بیٹھے تھے، اس لئے) فرمایا: یہ شہتوت کا درخت ہی میرے قادِر و قیوم اللہ پاک کے وُجُود کی دلیل ہے۔ وہ ملحد بولے: وہ کیسے؟

امام شافعی نے فرمایا: شہتوت کے پتے کا ذائقہ، رنگ، خوشبو اور مزاج تمہارے نزدیک ایک ہی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا دیکھو! فَتَأْكُلُهَا دُودَةُ الْقَزِّ فَيَخْرُجُ مِنْهَا الْإِبْرَيسَمُ، وَالنَّحْلُ فَيَخْرُجُ مِنْهَا الْعَسَلُ . وَالشَّاةُ فَيَخْرُجُ مِنْهَا الْبَعْرُ، وَيَأْكُلُهَا الظِّبَاءُ فَيَنْعَقِدُ فِي نَوَافِجِهَا الْمِسْكُ . اس پتے کو اگر ریشم کا کیڑا کھالے تو اس سے ریشم بَن جاتا ہے، اسی کو شہد کی مکھی کھاتی ہے اور اس میں سے شہد نکلتا ہے، اسی پتے کو اگر بکری کھالے تو دُودھ بنتا ہے، یہی شہتوت کا پتّا اگر ہرن کھالے تو یہ مشک بن جاتا ہے، فَمَنِ الَّذِي جَعَلَ هَذِهِ الْأَشْيَاءَ كَذَلِكَ مَعَ أَنَّ الطَّبْعَ وَاحِدٌ؟ تو وہ کون ہے جو ایک ہی پتے کو اتنی شکلیں عطا فرما دیتا ہے، حالانکہ پتّا ایک، اس کی طبیعت ایک، مٹیریل ایک، بَس کھانے والے جانور بدلتے جائیں تو اس پتّے سے تیار ہونے والی چیز بدلتی جاتی ہے۔ بَس جو ذات ایک پتے کو کبھی مشک، کبھی دودھ اور کبھی ریشم بناتی ہے، اسی کو خُدا کہتے ہیں، یہ

خوب صُورت دلیل سُن کر وہ تمام سترہ کے سترہ کافر فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔(تفسیرِ کبیر،سورۂ بقرہ،تحت لآیہ:21تا21،ج2،ص333)

کوئی تو ہے جو نظامِ ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے

دکھائی بھی جو نہ دے، نظر بھی جو آرہا ہے، وہی خدا ہے

سفید اُس کا، سیاہ اُس کا، نفس نفس ہے گواہ اُس کا

جو شعلۂ جاں کو جلا رہا ہے، بجھا رہا ہے، وہی خُدا ہے

فلسفی کا غرور کیسے ٹوٹا:

مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ایک بار ایک فلسفی کہیں سے گزر رہا تھا کہ اُس کے کانوں میں تِلاوتِ قرآن کی آواز آئی، کوئی شخص سورۂ ملک کی تِلاوت کر رہا تھا، جب اُس نے سورۂ ملک کی آخری آیت تِلاوت کی، جس میں اللہ پاک فرماتا ہے: قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ۔ ”تم فرماؤ: بھلا دیکھو تو اگر صبح کو تمہارا پانی زمین میں دھنس جائے تو وہ کون ہے جو تمہیں نگاہوں کے سامنے بہتا ہوا پانی لا دے؟“ (سورۃالملک:30)

یہ آیتِ کریمہ سُن کر وہ فلسفی تکبر اور غرور سے بولا: یہ کونسی مشکل بات ہے، اگر اللہ پاک پانی کو زمین میں دھنسا دے تو ہم سائنس کے بَل پر مختلف آلات کے ذریعے پانی کو پھر نکال لیں گے۔ اس کافر اور منکر فلسفی نے یہ بات کہی اور اپنے راستے چلا گیا، رات کو جب یہ سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت طاقتور شخص آیا، اس نے اس فلسفی کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا، جس سے اس کی دونوں آنکھیں نکل گئیں اور ساتھ ہی آنکھوں میں جو نور کا ایک ایک قطرہ پانی تھا وہ زمین پر گر کر خشک ہو گیا۔ خواب میں آنے والے اس شخص نے خواب ہی میں کہا: اے بدنصیب! اگر تُو واقعی کدال، پھاوڑے اور دیگر سائنسی آلات کے ذریعے، اللہ پاک کی مدد کے بغیر زمین سے پانی نکال سکتا ہے تو اپنی آنکھوں سے نکلنے والے اِن دو قطروں کو زمین سے نِکال کر دکھا؟ صبح کو جب فلسفی صاحب اُٹھے تو آنکھیں پھوٹی ہوئی تھیں، کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، غرور و تکبر کا سارا نشہ بھی اُتر چکا تھا اور اللہ، اللہ پکار رہا تھا۔

کسی کو تاجِ وقار بخشے، کسی کو ذلت کے غار بخشے

جو سب کے ماتھے پہ مہرِ قُدرت لگا رہا ہے، وہی خُدا ہے

تو کائنات کی ہر چیز، حتی کے انسان اپنے وجود پر غور کرے تو اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل مل سکتی ہے۔

(45): وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰى رِجْلَیْنِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ یَخْلُقُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. ”اور اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے

بنایا توان میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے"۔ (النور:45)

تفسیر: مخلوقات کے تنوع سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر استدلال:

اس سے پہلی آیات میں آسمانوں اور زمین کے احوال سے اور آسمانی آثار سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلائل ذکر کئے گئے اور اس آیت سے جانداروں کے احوال سے اللہ تعالیٰ کی قدرت و وحدانیت پر استدلال کیا جا رہا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جانداروں کی تمام اَجناس کو پانی کی جنس سے پیدا کیا اور پانی ان سب کی اصل ہے [1] اور اپنی اصل میں متحد ہونے کے باوجود ان سب کا حال ایک دوسرے سے کس قدر مختلف ہے، یہ کائنات کو تخلیق فرمانے والے کے علم و حکمت اور اس کی قدرت کے کمال کی روشن دلیل ہے کہ اس نے پانی جیسی چیز سے ایسی عجیب مخلوق پیدا فرما دی۔ مزید فرمایا کہ ان جانداروں میں کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے جیسا کہ سانپ، مچھلی اور بہت سے کیڑے اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ آدمی اور پرندے اور ان میں کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے جیسا کہ چوپائے اور درندے۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے۔ بیشک اللہ ﷻ ہر شے پر قادر ہے تو کچھ بھی اس کے لئے مشکل نہیں۔ (تفسیر کبیر، النور، تحت الآیۃ 45)

يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. اللہ جو چاہے پیدا فرماتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ مختلف صورت اور شکل اور مختلف اعضاء اور حرکات اور افعال اور مختلف خواص کی مخلوقات پیدا فرماتا ہے حالانکہ ان سب کو ایک ہی عنصر سے پیدا فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور اس کی صفت کے کمال پر دلالت کرتا ہے۔

اور بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے. اور بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

یعنی آسمان اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کرنے والی نہیں ہے، جو چیز وہ چاہتا ہے وہ ہو جاتی ہے اور جو چیز وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔

(46): **لَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.** "بیشک ہم نے صاف بیان کرنے والی آیتیں نازل فرمائیں اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے"۔ (النور:46)

1: اس سے مراد مخصوص پانی ہے یعنی نطفہ اس میں تغلیباً اکثر جانوروں پر تمام جانوروں کا حکم الگ دیا ہے، کیونکہ بعض حیوانات نطفہ سے نہیں پیدا ہوتے، جنات اور ملائکہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں کیونکہ جنات آگ سے پیدا کئے گئے ہیں اور ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ حضرت آدم (علیہ السلام) مٹی اور پانی سے پیدا کئے گئے حضرت حوا حضرت آدم کی بائیں پسلی سے پیدا کی گئیں اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نفخ جبریل سے پیدا کئے گئے۔

تفسیر:

یعنی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایسی آیتیں نازل فرمائی ہیں جو واحد خالق پر تفصیل اور وضاحت سے دلالت کرتی ہیں جو اس تمام نظام کائنات کو صرف اپنی تدبیر سے چلا رہا ہے، ان آیتوں میں دنیا اور دین کی رشد اور فلاح کا وضاحت سے بیان ہے اور برے کاموں سے نفس کی آلودگی کی تطہیر اور نیک کاموں سے نفس کو مزین کرنے کی مکمل ہدایات ہے، پھر جو شخص نیکی اور صلاحیت کو اپنانے اور ایمان اور تقویٰ کے حصول کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں یہ اوصاف پیدا فرما دیتا ہے اور جو برائی کا ارادہ کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ برائی پیدا فرما دیتا ہے۔(تبیان القرآن)

اس آیت سے پتا چلتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات حق کو واضح کرتی ہیں، لیکن حقیقی ہدایت صرف اللہ کے اختیار میں ہے۔ بندے پر لازم ہے کہ وہ اخلاص کے ساتھ طلبِ ہدایت کرے تاکہ اللہ تعالیٰ اسے صراطِ مستقیم کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآنِ پاک نازل کرنے کا ذکر فرمانے کے بعد بتایا جا رہا ہے کہ انسان تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

- ایک وہ جنہوں نے ظاہری طور پر حق کی تصدیق کی اور باطنی طور پر اس کی تکذیب کرتے رہے، وہ منافق ہیں۔
- دوسرا وہ جنہوں نے ظاہری طور پر بھی تصدیق کی اور باطنی طور پر بھی معتقد رہے، یہ مخلص لوگ ہیں۔
- تیسرا وہ جنہوں نے ظاہری طور پر بھی تکذیب کی اور باطنی طور پر بھی، وہ کفار ہیں۔ اگلی آیات میں ترتیب سے ان کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔(مدارک، النور، تحت الآیۃ:46)

(47،48): وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ. ”اور(منافقین)کہتے ہیں: ہم اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد پھر جاتا ہے اور(حقیقت میں)وہ مسلمان نہیں ہیں ۝ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرما دے تو اسی وقت ان میں سے ایک فریق منہ پھیرنے لگتا ہے۔(النور:47،48)

تفسیر:

اس آیت میں انسانوں کے پہلے گروہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ کہتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی اطاعت کی، پھر ان میں سے ایک گروہ اس اقرار کے بعد پھر جاتا ہے اور اپنے قول کی پابندی نہیں کرتا اور حقیقت میں وہ مسلمان نہیں منافق ہیں کیونکہ ان کے دل ان کی زبانوں کے موافق نہیں۔(جلالین، النور، تحت الآیۃ:47)

شانِ نزول:

یہ آیات ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئیں۔ جس کا نام بشر تھا اس کا ایک یہودی سے تنازعہ ہو گیا اس یہودی نے بشر کو کہا کہ چلو رسول اللہ کے پاس جو آپ فیصلہ فرمادیں اس پر عمل کریں۔ بشر کے دل میں چور تھا وہ یہودی سے ناحق الجھ رہا تھا اسے معلوم تھا کہ بارگاہِ رسالت میں گئے تو وہاں کوئی سفارش نہیں چلے گی اور نہ ہی طرف داری کی امید کی جاسکتی تھی۔ اس لیے اس نے کہا: اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَحِيفُ عَلَيْنَا. آپ تو ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ چلو کعب بن اشرف کے پاس چلیں۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

درسِ قرآن:

صرف بشر کو ہی نہیں بلکہ اس قماش کے جتنے لوگ ہیں اس کے ہم عصر یا اس کے بعد آنے والے سب کو بتادیا کہ جب کسی کو خدا اور رسول ﷺ کے فیصلہ کی طرف بلایا جائے اور وہ نہ آئے تو وہ سمجھ لے کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود خدا اور رسول ﷺ کے حکم سے سرتابی ناممکن ہے۔ اپنے آپ کو مومن کہلانا اور پھر بارگاہِ رسالت میں فیصلہ کے لیے حاضر نہ ہونا۔ اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کے دل میں ابھی کفر والحاد کی بیماری ہے۔ محض دکھلاوے کے لیے اس نے اسلام کا جامہ پہن رکھا ہے یا ابھی تک اس کے ذہن سے شک دور نہیں ہوا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اسلام کے احکام پر کاربند ہونے سے شاید اس کو نقصان پہنچے گا یا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول کسی وجہ سے اس کے ساتھ بے انصافی کرے گا۔ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اگر کسی کے دل میں ہو تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں۔

ان آیات سے فقہاءِ اسلام نے چند مسائل اخذ کیے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

- اگر دونوں فریق مسلمان ہوں یا ایک فریق مسلمان ہو تو ان کا فیصلہ مسلمان قاضی کرے گا۔ اور اگر دونوں ذمی کافر ہیں تو ان کا فیصلہ ان کا ہم مذہب قاضی کرے گا۔
- اگر وہ دونوں کسی مسلمان قاضی کے پاس تصفیہ کے لیے جائیں تو قاضی کو اختیار ہے چاہے تو فیصلہ کرے اور چاہے تو انھیں ان کے ہم مذہب قاضی کی طرف بھیج دے۔
- نیز اگر کوئی شخص کسی کو باہمی تنازعہ کے تصفیہ کے لیے کسی عادل قاضی کے پاس جانے کے لیے کہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ضرور اس کے ساتھ قاضی کے پاس جائے۔ قَالَ ابْنُ خُوَيْزِ مَنْدَادٍ: وَيَجِبُ عَلَى كُلِّ مَنْ دُعِيَ إِلَى مَجْلِسِ الْحَاكِمِ أَنْ يُجِيبَ. (ضیاءالقرآن بحوالہ قرطبی)

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

حضور نبی رحمت ﷺ کی بارگاہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے اور ان کے ہاں حاضری اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری ہے کیونکہ ان لوگوں کو حضور ﷺ کی طرف بلایا گیا تھا، جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ ورسول کی طرف بلایا گیا۔

حضورِ انور ﷺ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کے خلاف اپیل ناممکن ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کے حکم سے منہ موڑنا رب تعالیٰ کے حکم سے منہ موڑنا ہے۔

بخاری شریف میں ہے، حضرت ابوسعید بن معلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے رسُولِ اکرم ﷺ نے بلایا، لیکن میں آپ کے بلانے پر حاضر نہ ہوا۔ (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) میں نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! ﷺ، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ: اِسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ. ”اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جایا کرو جب وہ تمہیں بلائیں“۔ (صحیح بخاری:4474)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ تاجدارِ رسالت ﷺ جب بھی کسی کو بلائیں تو اس پر لازم ہے کہ وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائے چاہے وہ کسی بھی کام میں مصروف ہو۔

(49): وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ. ”اور اگر فیصلہ ان کیلئے ہو جائے تو اس کی طرف خوشی خوشی جلدی سے آتے ہیں“۔ (النور:49)

تفسیر:

اس آیت میں کفار و منافقین کا حال بیان کیا گیا کہ وہ بارہا تجربہ کر چکے تھے اور انہیں کامل یقین تھا کہ سید المرسلین ﷺ کا فیصلہ سراسر حق اور عدل وانصاف پر مبنی ہوتا ہے اس لئے ان میں جو سچا ہوتا وہ تو خواہش کرتا تھا کہ حضور ﷺ اس کا فیصلہ فرمائیں اور جو حق پر نہ ہوتا وہ جانتا تھا کہ رسولِ اکرم ﷺ کی سچی عدالت سے وہ اپنی ناجائز مراد نہیں پاسکتا اس لئے وہ حضورِ اقدس ﷺ کے فیصلہ سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔ (مدارک، النور، تحت الآیۃ:49)

(50): اَفِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ بَلْ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ.

”ان کے دلوں میں بیماری ہے؟ یا انہیں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے؟ بلکہ وہ خود ہی ظالم ہیں“۔ (نور،50)

تفسیر:

اس آیت میں منافقین کے اِعراض کی قباحت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ کیاان کے دلوں میں کفر و منافقت کی بیماری ہے؟ یا انہیں ہمارے حبیب ﷺ کی نبوت میں شک ہے؟ یا کیا وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ ان پر ظلم کریں گے؟ ایسا ہر گز نہیں ہے، کیونکہ یہ وہ خوب جانتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کا فیصلہ حق و قانون کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا اور کوئی بد دیانت آپ ﷺ کی عدالت سے غلط فیصلہ کروانے میں کامیاب نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے وہ آپ ﷺ کے فیصلہ سے اِعراض کرتے ہیں اور وہ حق سے اِعراض کرنے کی بنا پر خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ (تفسیر خازن، النور، تحت الآیۃ: 50)

(51): اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِیَحْكُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَاؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. ”مسلمانوں کی بات تو یہی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو وہ عرض کریں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں“۔ (نور: 51)

تفسیر:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شریعت کا ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو ایسا ہونا چاہئے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ کریم ﷺ کی طرف بلایا جائے تاکہ رسولِ اکرم ﷺ ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق فیصلہ فرمادیں تو وہ عرض کریں کہ ہم نے بُلاوا سُنا اور اسے قبول کر کے اطاعت کی اور جو ان صفات کے حامل ہیں وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ: 51)

دین و دنیا میں کامیابی حاصل ہونے کا ذریعہ:

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے حکم کے سامنے اپنی عقل کے گھوڑے نہ دوڑائے جائیں اور نہ ہی آپ ﷺ کے حکم کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے معاملے میں صرف اپنی عقل کو معیار بنایا جائے بلکہ جس طرح ایک مریض اپنے آپ کو ڈاکٹر کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی دی ہوئی دوائی کو چون وچرا کئے بغیر استعمال کرتا ہے اسی طرح خود کو حضورِ اقدس ﷺ کے حوالے کر دینا اور آپ کے ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا چاہئے کیونکہ ہماری عقلیں ناقص ہیں اور تاجدارِ رسالت ﷺ کی عقلِ مبارک وحی کے نور سے روشن اور کائنات کی کامل ترین عقل ہے۔ اگر اس پر عمل ہو گیا تو پھر دین و دنیا میں کامیابی نصیب ہو گی۔ (صراط الجنان)

(52): وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَخْشَ اللّٰهَ وَ یَتَّقْهِ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفَآىٕزُوْنَ. ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس (کی نافرمانی) سے ڈرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں“۔ (النور: 52)

تفسیر: اُخروی کامیابی کے اسباب کی جامع آیت:

فوز و کامرانی سے وہی مشرف ہو گا جس کا طریقہ کار وہ ہو گا جو اس آیت میں بیان کیا جارہا ہے۔ کہ جو فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اور سُنّتوں میں اس کے حبیب ﷺ کی اطاعت کرے اور ماضی میں اللہ تعالیٰ کی ہونے والی نافرمانیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور آئندہ کے لئے پرہیزگاری اختیار کرے تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔ (تفسیرِ مدارک، النور، تحت الآیۃ:52)

یہ آیتِ مبارکہ جوامع الکلم میں سے ہے۔ اس کے الفاظ اگرچہ کم ہیں لیکن اُخروی کامیابی کے تمام اسباب اس میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔

ایک عیسائی کے قبولِ اسلام کا سبب:

ایک روز حضرت فاروق اعظم مسجد نبوی میں کھڑے تھے تو روم کے دہقانوں میں سے ایک دہقان حاضر ہوا اور آکر پڑھا أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کیا تمہارے اسلام قبول کرنے کا کوئی خاص سبب ہے؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں۔ میں نے تورات، انجیل، زبور اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے صحائف کا مطالعہ کیا ہوا ہے میں نے ایک مسلمان قیدی کو ایک ایسی آیت پڑھتے ہوئے سنا جس میں وہ تمام چیزیں جمع کر دی گئی ہیں جو سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود ہیں مجھے یقین ہو گیا کہ قرآنِ پاک واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لیے میں مسلمان ہو گیا ہوں آپ نے دریافت فرمایا وہ کون سی آیت ہے اس نے یہی آیت پڑھی اور ساتھ ساتھ اس کا مطلب بھی بیان کرتا گیا۔ "وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ" فِي الْفَرَائِضِ" وَرَسُولَهُ" فِي السُّنَنِ" وَيَخْشَ اللّٰهَ" فِيمَا مَضَى مِنْ عُمُرِهِ" وَيَتَّقْهِ" فِيمَا بَقِيَ مِنْ عُمُرِهِ:" فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ" وَالْفَائِزُ مَنْ نَجَا مِنَ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ. ''یعنی جو شخص فرائض میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور سنتوں میں اس کے رسول کی پیروی کرتا ہے اور گزری ہوئی زندگی میں جو غلطیاں اس سے ہوئیں ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور آنے والی زندگی میں تقویٰ اختیار کرتا ہے، یہی لوگ کامیاب ہیں اور کامیاب وہ شخص ہے جسے آتش جہنم سے نجات مل گئی اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں''۔

(تفسیر القرطبی، تحت الآیہ:52)